# اہلبیت

من افاضات جناب مولوی حاجی حکیم السید مقبول احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔

## تمہید

ہمارے مضمون کی جو سرخی ہے وہ دو لفظوں سے مرکب ہے اہل و بیت مگر ان دو لفظوں کی صحیح ترکیب اور حقیقی مفہوم سمجھنے کیلئے سینکڑوں نہیں ہزاروں۔ لاکھوں بلکہ یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ کروڑوں اوراق تصنیف و تالیف ہوگئے۔ یا سفید سے سیاہ کئے گئے۔ مگر جو بزرگان دین لفظ اہلبیت کا حقیقی مفہوم اور معنے ہیں انکو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا۔ دین کی مقدس کتابوں میں خلقتِ انسان کی جو غرض و غایت بیان کی گئی ہے اسکی سب سے اعلیٰ تعلیم حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے دی۔ مگر جب نبوت کا خاتمہ ہوا۔ خاتم النبیینؐ نے یہ امر خدا ہدایتِ مخلوق کا ذمہ دار جنکو چھوڑا وہ اور کوئی نہ تھے مگر اہلبیت۔

---

# مخالفینِ اہلبیت کی چالین

جس طرح خدا کی مخلوق مین سے بہت سے لوگون نے اپنے زعم مین خدا کو تختِ خدائی سے اتارنے کی ہمیشہ بے سود کوشش کی ہے۔ یعنی احکام خدا کی جنکی بابت انکا ہادی اول (خود انکی عقل) مفید اور مناسب ہونا بتلاتا تھا ہمیشہ پس پشت ڈالا ہے۔ اور نفسِ سرکش و برباد کن کی گمراہ کرنیوالی باتون پر عمل کیا ہے۔ اسی طرح قریب قریب کل اُمتِ محمدیہ نے سوائے معدودے چند نفوس کے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کے بعد ہی سے اہلبیت کیساتھ وہ وہ مخالفتین شروع کر دین جن سے نہ فقط انکے حقوق جائز مالی و وراثت کے غصب ہوئے۔ بلکہ سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ لوگ انکے فیوض نامتناہی سے متمتع اور انکے علوم ہدایت سے بہرہ یاب نہونے پائین ایک زمانہ تو ایسا گزرا کہ اہلبیتِ حقیقی کو جاننا پہچاننا اور ماننا تو کیسا۔ انکو ایذا پہنچانا مذہب کا ایک جزو قرار دیدیا گیا تھا۔ اور اپنے زعم مین انکی تذلیل و تحقیر بلکہ دنیا سے نیست و نابود کر دینے کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی گئی تھی۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا تھا اسکے ثبوت کے لئے شہادت جناب امام حسین علیہ السلام یعنی واقعۂ کربلا اور جناب علی مرتضی پر علی الاعلان منبرون پر لعنت و سب کرنا یعنی گالیان دینا شاہد عادل ہین۔ اس کے بعد ایک وہ دور آیا جس مین کسی قدر نرمی اختیار کی گئی۔ اور کھلم کھلا تو دنیا میں اہلبیت کے وجود کا انکار نہین کیا گیا۔ بلکہ مخالفین اہلبیت نے یونانی فلسفہ اور منطق کی امداد سے لغاتِ عربی کی مٹی کی آڑ پکڑی۔ اور مخلوقِ خدا کو شاہراہِ ہدایت سے بھٹکانے اور دامِ ضلالت مین پھنسانے کے لئے ایسے ایسے جال پھیلائے کہ بڑے بڑے دانا اور فیلسوف انکے پھندون سے نہ بچے۔

## درود مین آل کے معنے اُمت بیان کیے گئے

درود شریف مین آلِ محمد کے معنی عام اُمتِ محمد بیان کیے گئے جسکی تصریح اگر اسی منطق کے بموجب کیجائے تو یون ہونا چاہیے کہ اللّٰھم صلّ علی محمد و علی اُمتِ محمد۔

یعنی علی جھبو خاں پٹھان - وعلی پتو خاں جھوجا - وعلی بدھو خاں بیڑی - وعلی پیر بخش وعلی بغائی قصاب - وعلی منگلی جولاہ - وعلی جھمنیا نداف - وعلی کلو سقا - وعلی مداری سپیرا - وعلی اللہ دیا کہار - وعلی غفور حجام - وعلی رحیما دھوبی - وعلی کریما جولاہہ - وعلی شمشیر خاں رانگھڑ - وعلی باسو تنبیار وغیرہ وغیرہ - مگر کیا آلِ محمد سے خدا اور رسول کا یہی مفہوم ہے ہرگز ہرگز نہیں - ایسا کہنا اور ماننا فریب ہے - دھوکہ ہے - گمراہی ہے - ضلالت ہے -

## کلامِ خدا سے لفظِ آل کے معنے

کلامِ خدا و کلامِ رسول میں جہاں اچھے معنوں میں اطاعت کرنیوالوں کو آل کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے وہاں صلبی اولاد مراد لی گئی ہے خواہ بیٹے کی نسل ہو یا بیٹی کی - اور تمام صلبی اولاد نہیں بلکہ ان میں سے صرف حقیقی اطاعت کرنیوالے اور پورے پورے سیرت پر چلنے والے اور جہاں بدی میں پیروی کرنیوالے مراد لئے گئے ہیں وہاں سب شمار کئے گئے ہیں - اولاد و غیر اولاد ہر کسے کہ باشد -

## کلامِ خدا سے مثال

نیکی میں پیروی کرنیوالوں کی مثال کلامِ خدا سے یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (پارہ ۳ - آلِ عمران رکوع ۴) بالتحقیق خدا نے آدمؑ و نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا اور سب پر فضیلت دی ایسے آلِ ابراہیمؑ سے مراد جنکو تمام عالموں پر فضیلت دی گئی ہے صرف وہ انبیا اور اوصیا ہیں جو اولادِ ابراہیمؑ سے ہوئے نہ کہ کل اولادِ ابراہیمؑ جس میں یہودی بھی شامل ہیں - جو حضرت اسحٰقؑ کی اولاد ہیں اور جنھیں مسلمان و عیسائی سب ہی یہودانِ کفار کے لقب سے یاد کرتے ہیں اسی طرح آلِ عمرانؑ سے اولادِ عمران با ایمان مراد ہے جسکے حقیقی مفہوم کو ان شاء اللہ مضمون آلِ عمران میں بیان کیا جائیگا نہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ یا اسمٰعیلؑ یا اسحٰقؑ یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ یا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو شخص بھی ایمان لایا ہو اسے تمام عالموں پر فضیلت دیدی گئی ہو - بدی میں پیروی کرنیوالوں کی مثال جو اولاد و غیر اولاد

سب پر حاوی ہی کلام خدا میں یہ موجود ہی وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پارہ ۱ سورۃ البقرہ رکوع ۶) اور (اے بنی اسرائیل اُسوقت کو یاد کرو) جبکہ تمھارے لئے ہمنے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر تمکو نجات دی تھی۔ اور تمھارے دیکھتے دیکھتے فرعون والوں کو ڈبو دیا تھا۔ دیکھیے اس میں آلِ فرعون سے فرعون کی اولاد مراد نہیں ہے بلکہ اُسکے تمام ماننے والے اور ملازمین خواہ سول تھے یا ملٹری یا ملازمان ذات خاص یا پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ یا نہر وغیرہ

## آلِ محمدؐ سے کون مراد ہیں؟

لفظ آل کے ان دونوں معنوں پر غور کرنیسے ناظرین کو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ آلِ محمد سے عام اُمت تو کجا خود عام سادات و اولادِ رسولؐ بھی مراد نہیں۔ بلکہ آلِ رسولؐ میں سے صرف وہ ذواتِ مقدسہ مراد ہیں جو کامل اور حقیقی اتباع رسولؐ کا کرتے ہوئے تھے اور جناب رسولِ خدا کا کامل اتباع اور پوری پیروی بلا حصولِ علمِ لدنی اور مرتبۂ عصمت ناممکن ہی۔ لہذا درود شریف میں آلِ محمدؐ سے صرف معصومینِ آلِ محمدؐ یا صاحبانِ عصمت وطہارت مراد ہیں۔ نہ کہ کوئی اُنکا غیر۔ جیسا کہ جناب امام رضا علیہ السّلام نے اپنے بھائی زید ابنِ موسیٰ کاظم سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے زید تمکو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ ذریتِ فاطمہ پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ اس حدیث میں ذریتِ فاطمہؑ سے صرف وہ اولادِ امیر المومنین مراد ہی جو بطنِ مقدسہ جناب فاطمہ زہراؑ سے تولد ہوئی یعنی جناب حسنینؑ و جناب زینبؑ و اُم کلثوم و محسن علیہم السّلام۔ نہ یہ کہ تمام اُنکی اولاد بلکہ بعد میں جو جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ کیا تمھارے نزدیک یہ جائز ہی کہ تمھارے والد ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تو شب و روز خدا تعالیٰ کی جانکاہ عبادتیں بجالائیں اور تم نافرمانی میں بسر کرو اور پھر خدا دونوں کو ایک بہشت میں جمع کردے۔ بفرضِ محال اگر ایسا ہو تو گویا خدا کے نزدیک تمھارا رتبہ خود جناب امام موسیٰ کاظم سے زیادہ ٹھیرا۔

## اہلبیتؑ کے مفہوم میں تاویلیں

جسطرح آلِ محمد کے معنی عام پیروانِ محمد بیان کئے گئے اسی طرح اور اس سے بھی کچھ

زیادہ رکیک تاویلیں اور لغو و بیہودہ تقریریں اہلبیتؑ کے مفہوم حقیقی پر پردہ
ڈالنے کیلئے کی گئی ہیں۔ کل تفسیر لکھنے والوں اور اصطلاحی تاویل کرنیوالونکی قریب قریب
جملہ تقریروں اور تحریروں کا خلاصہ ماحصل یا لُبِّ لُباب یہ ہی کہ بیت سے مراد
اطاعت ہی۔ یا بیت قرابت۔ بیت اطاعت کی رو سے تو کل اُمّت اہلبیت
ہی۔ اور بیت قرابت کے دو حصے ہیں۔ بیت نسبی اور بیت سببی۔
کیونکہ قرابت دو ہی طرح کی ہوتی ہی یعنی نسبی جسمیں حسبی بھی شامل ہی جسے ہمارے محاورہ
میں دادھیال اور نانہیال کہتے ہیں۔ اور بیت سببی سسرال و سمدھیانہ ہیں
اس توجیہ سے آنحضرتؐ کے جتنے دادھیالی و نانھیالی۔ سسرالی و سمدھیانہ
کے رشتہ دار ہیں خواہ وہ رشتے واقعی ہوں یا ادعائی۔ وہ سب اہلبیت ہو گئے ان
تاویلات رکیکہ اور توجیہات خفیفہ کے ذریعہ سے عام اُمّت عمیق بحر ضلالت میں غرق
کردی گئی۔ جناب رسالتمآب بہ سبب علم نبوت اس طوفان کے آنیسے باخبر تھے
اور اُنھوں نے اس ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرنیوالونکے لئے کشتی چھوڑی ہی مگر وہ کشتی [illegible]

## سفینۂ نجات ڈھونڈھنے والونکی حالت

چونکہ اس زمانہ میں علم عام ہی اور ہر شخص کو یہ شوق ہی کہ اپنے مقتدا و رہبر ہر امر کی
تحقیق و تفتیش کریں اور لغو و بیہودہ غرض کو کام میں نہ لائیں۔ لہٰذا جو بندگان خدا بلا تعصب
و نفسانیت مذہبی باتونکی تحقیق کرنیوالے ہیں انکی حالت ہمیں ایسی معلوم ہو رہی ہی
جیسی اُن ڈوبنے والوں کی ہوتی ہی جو ایک دفعہ تو تہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور پھر پانی اُن کو
اُبھار کر اوپر لاتا ہی اور وہ ہر طرف امداد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ جس کیفیت کو اس مثل میں
بخوبی بیان کیا گیا ہی اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ (ڈوبتا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہی)

## غرض مضمون ہذا

ہمکو امید ہی کہ سہارا ڈھونڈھنے والونکو اس مضمونکے سمجھ لینے سے خود وہ کشتی ہاتھ

آجائیگی۔ اور عجب نہیں۔ بلکہ یہ کشتی بل گئی تو شک ہی نہیں کہ انکا بیڑا ابھی پار ہو جائیگا
سنئیے سنئیے۔ غور سے پڑھئیے۔ دل کے کانوں سے سنئیے اور دل کی آنکھوں سے دیکھئیے۔ کیونکہ معمولی کان
اور آنکھیں جب تک دل متوجہ نہو صحیح کام نہیں دے سکتیں ہم اپنے ناظرین کی خاص توجہ اس سبب
سے مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ منطقی ملاؤں کے تبتوں اور فیلسوفی فریبوں کا گہرا رنگ عام
طبیعتوں پر چڑھا ہوا ہی جسکے دور کرنیکے لئے زبردست مصالحہ درکار ہی مگر چونکہ ہم اور ہمارا
مضمون خود خدا کی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اسلئے ہمکو امید قوی ہی کہ یہ رنگ سب رنگوں پر غالب
آئیگا۔ کیونکہ وہ خود سبحانہ وتعالی شانہ وعظم برہانہ فرماتا ہی صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ
مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ج (اللہ کا رنگ۔ اور اللہ کے رنگ سے چوکھا رنگ ہوگا کس کا؟)

## قرآن میں اہل البیت ہے

دیکھئیے غور سے دیکھئیے۔ فریب بازیوں کی رنگ سازیاں یہ ہیں کہ قرآن مجید میں خدائے
تعالی نے **اہل البیت** فرمایا ہی نہ کہ **اہل بیت** پہلی بات غور کے قابل تو یہی ہی کہ

## ترتیب قرآن موافق تنزیل نہیں ہی

دوسرے یہ بھی کچھ کم خیال کے قابل نہیں کہ وہ پوری آیت جس میں اہل البیت کا ذکر ہی
ترتیب دینے والوں نے سورہ احزاب میں ازواج کے بیان میں اس انداز سے ٹھونس دی ہے کہ
وہ بجائے کامل آیت ہونیکے آیت کا ایک جزو ہو کر رہگئی جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہی
یہ ہمارا اعتقاد ہی کہ بے کم و کاست کلام خدا ہی مگر اسکی ترتیب خدائی ترتیب ہرگز نہیں
یہ ترتیب دیا ہوا گنہگار آدمیونکا ہی جنہوں نے اپنے اغراض فاسدہ کیلئے اسکو الٹ پلٹ
ضرور کردیا ہی۔ یہ قصہ بجائے خود تفصیل طلب ہی جسے ہم اپنے مضمون **ترتیب قرآن**
میں انشاء اللہ مفصل بیان کرینگے۔

## مثال

یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ تمام امت کے نزدیک یہ بات مسلم ہی

کہ سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئیں وہ یہ تھیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱) مگر اب ناظرین مروجہ قرآن مجید میں دیکھ لیں کہ پہلی آیتیں کہاں ہیں اور پچھلی کہاں؟ جملہ آیات قرآنی کو خلاف ترتیب نزول جمع کرنے سے جو فریب دہی اور گمراہی مدنظر رکھی گئی تھی اس کا ایک شمہ ہم اپنے مضمون آیۂ تطہیر میں انشاءاللہ بیان کریں گے جس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ جب دنیوی معاملات میں جعلسازوں کے جعل کھل جاتے ہیں تو یہ تو ہدایت کا اور خدا کا معاملہ ہے اسمیں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ جعل نہ کھلتا اور دھوکہ دینے والوں کے اغراض فاسدہ کا اعلان نہ ہوتا۔

## اہل البیت کے معنی و مفہوم

اب ہم سب سے پہلے وہ پوری آیت جو آیۂ تطہیر کے مبارک نام سے موسوم ہے تحریر کر کے اہل البیت کے معنی بحکم تفسیر القرآن بالقرآن بیان کرتے ہیں جسے ایک نظر دیکھ لینے سے متلاشی کے دلمیں انشاءاللہ آن کا حمد کے لئے بھی اسکے مضمون حقیقی کو سمجھ لینے کے لئے شک و شبہ باقی نہ رہیگا اور پہچاننے والے انشاءاللہ پہچاننے والوں کے درجہ میں آجائینگے وہ آیت یہ ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۴) اے **اہل البیت** سوائے اسکے نہیں ہے کہ خدا ارادہ کئے ہوئے ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمکو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے اس آیت میں لفظ **اہل البیت** دو کلموں یعنی **اہل** اور **البیت** سے مرکب ہے۔ اب ہمکو لغت سے اسکے ہر جز یعنی **اہل** اور **البیت** کے معنے پہلے حل کر لینے چاہییں۔ جن کے حل ہو جانے کے بعد خود مرکب کے معنے سمجھنے میں انشاءاللہ کوئی دقت نہ رہے گی۔

# اہل کے معنی

(لفظ اہل کے لغوی معنی حسبِ اندراج ذیل ہیں)۔

(۱) اولاد (۲) تابعین یا پیرو (۳) کنبہ یعنی عزیز و اقارب (۴) لائق - قابل - مستحق (۵) کسی مقام - ملک - شہر - قصبہ - دیہات یا مکان کے رہنے والے - (۶) کسی سواری کے سوار (۷) کسی پیشہ کو کرنے والے (۸) کسی خاص صفت سے متصف (۹) زوجہ بشرطیکہ کنبہ کی بیٹی ہو (۱۰) مالک (۱۱) وارث۔

## کلام پاک سے ہر ہر معنی کی مثال

اب نمبر وار ہر ایک کی مثالیں جو بیشتر کلام خدا سے ہوں گی درج کی جاتی ہیں

(۱) وَنَادٰى نُوحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِىْ مِنْ اَهْلِىْ ج وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ق (پارہ ۱۲ سورہ ہود - رکوع ۴) اور نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکار کر عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے جواب میں خدا نے فرمایا وہ تیری اولاد سے نہیں ہے - یقیناً اسکے عمل اچھے نہیں ہیں - یہاں اہل سے صاف اولاد مراد ہے۔

(۲) (الف) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْــَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (سورہ طٰہٰ رکوع ۸ - پارہ ۱۶) اور اپنے تابعین کو نماز کا حکم دو اور اسکی تکلیف برداشت کرو - ہم تم سے کچھ رزق نہیں مانگتے ہم خود تمکو رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاری کا بہتر ہے - یہاں اہل سے تابعین مراد ہیں - خواہ اولاد ہو یا غیر اولاد

(ب) وَلَمَّا اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ (سورہ عنکبوت رکوع ۴ - پارہ ۲۰) اور جس وقت ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تو انکو اپنی امت سے ان فرشتوں کے بارے میں رنج پہنچا - اور انکی حفاظت کے بارے میں اپنے آپ کو کوتاہ دست پایا - اسوقت ان فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ نہ تم آئندہ کے بارے میں خوف کرو

نہ گزشتہ کا رنج کرو۔ ہم یقیناً تمکو اور تمہاری تابعین کو بچالیں گے۔ سوائے تمہاری زوجہ کے جو پیچھے رہجانیوالوں میں ہوگی۔ یہاں بھی اہل سے مراد تابعین سے لی گئی۔ اور زوجہ بوجہ اطاعت نہ کرنے کے خارج کی گئی۔

(۳) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۝ (سورہ نساء رکوع ۶۔ پارہ ۵) اور اگر تمکو مرد و عورت میں جدائی کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ شوہر کے کنبہ سے مقرر کرو۔ اور ایک پنچ زوجہ کے کنبہ سے۔ اگر ان دونوں کا مصالحت کا ارادہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ زن و شوہر کو موافقت کی توفیق عنایت فرمائیگا اسمیں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ صاحب علم و خبر اس آیت میں اہل سے مراد کنبہ یا عزیز و اقارب لی گئی ہے۔

(۴) اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (سورۃ الفتح۔ رکوع ۳ پارہ ۲۶) جبوقت کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کی ٹھان لی اور حمیت بھی جاہلیت کی حمیت تو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور آنکے لئے کلمہ تقویٰ لازم کردیا۔ وہ اسکے مستحق اور اہل بھی تھے۔ یہاں اہل سے مراد مستحق۔ قابل اور لائق ہے۔

(۵) (الف) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِنَّ اَهْلَبَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ كَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ ۝ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے ویسے ہی امان ہیں جیسے ستارے آسمان والوں کے لئے۔ یہاں اہل سے مراد سکنا ہیں۔

(ب) ملک کے رہنے والے عام طور کے اہل عرب۔ اہل عجم۔ اہل ہند اہل بادیہ وغیرہ مشہور ہیں

(ج) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (سورۂ حجر۔ رکوع ۵ پارہ ۱۴) اور شہر کے رہنے والے خوش ہوتے ہوئے آئے۔ یہاں اہل سے مراد شہر کے رہنے والے ہیں

(د) وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ

اِنَّ اَھْلَھَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝ (سورۂ عنکبوت ۱۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اور جب وقت ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لیکر آئے انھوں نے کہا ہم ضرور اس گاؤں والوں کو ہلاک کرینگے کہ اس گاؤں کے رہنے والے ظالم ہیں۔

اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف ۷۔ رکوع ۱۲۔ پارہ ۹) اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف رکوع ۱۲۔ پارہ ۹) کیا دیہات والے اس سے مطمئن ہوگئے کہ ہمارا عذاب انکو راتوں رات آئے اور وہ سوئے کے سوئے رہجائیں۔ یا دیہات والے اس سے مطمئن ہوگئے کہ ہمارا عذاب انکو دن دہاڑے آئے۔ اور وہ کھیل کود ہی میں ہوں یہاں مثالوں سے ظاہر ہے کہ دیہات کے رہنے والوں کے لیے اہل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ وَھُمْ لَہٗ نٰصِحُوْنَ ۝ (سورۃ القصص رکوع ۱۔ پارہ ۲۰) اور ہمنے اُسپر دودھ پہلے ہی سے حرام کردیے تھے۔ پس اُسکی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھروالے بتلادوں جو تمہاری طرف سے اس بچے کی کفالت کریں اور وہ اسکے خیرخواہ بھی ہوں۔ یہاں اہل سے مراد صاحب مکان ہیں

(۶) فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَھَا قَالَ اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۝ (سورۃ الکہف۔ رکوع ۱۔ پارہ ۱۵) پس (موسےٰ و خضر) دونو چلے۔ یہانتک کہ کشتی میں سوار ہوئے جبکہ حضرت خضرؑ نے توڑ ڈالا۔ اُسوقت (حضرت موسےٰ نے کہا کیا یہ کشتی آپنے اس لیے توڑی ہی کہ کشتی والوں کو ڈبودیں۔ بیشک یہ کام آپ سے نامناسب ہوا۔ یہاں اہل سے مراد سواران کشتی ہیں۔

(۷) مشہور عام ہے اہل سیف۔ اہل حرفہ۔ اہل قلم وغیرہ

(۸) اَھْلُ الْبَغْیِ وَالطُّغْیَانِ۔ اَھْلُ الظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ اَھْلُ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ

(۹) وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَہٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

(سورۂ یوسف۔ رکوع ۳۔ پارہ ۱۲) اور دونوں دروازے کی طرف لپکے۔ اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور زلیخا کے شوہر سے دروازے کے قریب مڈبھیڑ ہوئی۔ زلیخا نے کہا کہ جو شخص تمھاری زوجہ سے بدی کا ارادہ کرے اُسکی سزا اِسکے سوا کیا ہے کہ قید کیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو۔ یہاں اہل سے مراد زوجہ ہے۔ پرانی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا عزیز مصر کی چچازاد بہن بھی تھی۔ اور اُسکی مزید وضاحت کیلئے یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ چونکہ رسول خدا کی ازواج میں بیشتر ایسی تھیں جو کنبہ کی بیٹیاں نہ تھیں۔ اسی لیے خدا نے اُنکے لئے یا تو نساء کا لفظ فرمایا ہے یا ازواج کا۔ مثلاً

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا۝ (سورۃ الاحزاب۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۱) اے نبی کی بیبیو! جو تم میں سے کھلی بدی کریگی اُسکو دُگنا عذاب دیا جائیگا۔ اور اللہ کے لیے یہ بات آسان ہے۔ یہاں دیکھیے نبی کی ازواج کو نساء فرمایا ہے۔

اور یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (سورۂ تحریم۔ رکوع ۱۔ پارہ ۲۸) اے نبی جو کچھ اللہ نے تمھارے لئے حلال کر دیا تم اُسکو حرام کیوں کرتے ہو؟ کیا تم اپنی ازواج کی خوشی چاہتے ہو؟ یہاں پر ازواج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اہل کہیں نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ وہ سب بحیثیت مجموعی اس لفظ کی اہل نہ تھیں۔

(۱۰) (الف) فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (سورۂ نساء۔ رکوع ۴۔ پارہ ۵) پس ان (لونڈیوں) سے اُنکے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ یہاں اہل کے معنے مالک کے ہیں۔

(ب) اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (سورۂ نساء رکوع ۸۔ پارہ ۵) تحقیق کہ اللہ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُنکے مالکوں کو پہنچا دو یہاں بھی اہل کے معنی مالک کے ہیں۔

(۱۱) مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا (سورۂ نساء رکوع ۱۳۔ پارہ ۵) جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اُسکے ذمہ ہے ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور اُسکے ورثا کو پورا خونبہا دینا

سوائے اُس صورت کے کہ ورثا معاف کردیں ۔ یہاں اہل کے معنی وارث کے ہیں

## آل اور بیت کے معنی

جب ہمکو اہل کے معنی معلوم ہو چکے تو البیت کے معنی معلوم کرنے چاہییں البیت بجائے خود دو لفظوں سے مرکب ہے ۔ آل اور بیت ۔ اس ال کو جعفر زٹلی کی النا ہمہ کی ال نہ سمجھیں ۔ بلکہ ال تعریفی ہے ۔ جسکے معنوں سے تخصیص پیدا ہوتی ہے ۔ اور بیت کے معنی کسی جاندار کے شب باش ہونے یا آرام کرنیکی جگہ ہیں ۔ گو فن شاعری میں دو مصرعوں کو بھی بیت کہتے ہیں ۔ مگر یہاں جائے بیتوتت (شب باش ہونا) مراد ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ عنکبوت ۔ رکوع ۴ ۔ پارہ ۲۰) اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے خدا کو چھوڑکر اوروں کو اپنا مالک بنایا ہے اُس مکڑی کی طرح ہے جس نے (اپنے خیال میں) ایک مکان بنایا ۔ حالانکہ بودے سے بودا گھر مکڑی کا ہے ۔ بشرطیکہ وہ سمجھتے ہوں ۔

## البیت سے مراد خانہ کعبہ ہے

آدمیوں کے لئے جو مکان سب سے پہلے بنایا گیا اسے پروردگار عالم نے اپنے کلام پاک میں پہلے تو اوّل بَيْتٍ سے یاد کیا ہے ۔ اور پھر جہاں اُسکا ذکر آیا ہے اُسے اَلْبَيْت فرمایا ہے

## قرآن مجید سے ثبوت

ثبوت کے لیے مثالیں پیش کیجاتی ہیں ۔ اور سب سے پہلے وہ آیت دکھلاتے ہیں جس میں اس مکان کو اَوَّلَ بَيْتٍ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ آل عمران ۔ رکوع ۱۰ ۔ پارہ ۴) سب سے پہلا گھر جو تمام آدمیوں کے (نفع کے) لئے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے ۔ وہ برکت والا ہے ۔ اور کل عالموں کے لئے ہدایت ہے ۔ اسی مکان کا پھر جب پروردگار عالم نے ذکر فرمایا تو البیت کہا یعنی وہی گھر یا وہ گھر ۔

## مثالیں

مثال کے لئے آیات ذیل بچشم غور دیکھیے ۔ اور بگوش ہوش سنیے ۔

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ - پارہ ۱) اور اسوقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے البیت (بیت اللہ) کو کل آدمیوں کے لئے ثواب حاصل کرنے کی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا۔

(۲) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ - پارہ ۱) اور اسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم اور اسمٰعیل البیت (خانہ کعبہ) کی بنیادیں

(۳) فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹ - پارہ ۲) پس جو شخص البیت کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے اسے لازم ہو کہ ان دونوں حالتوں میں اسکا (یعنی خانہ کعبہ کا) طواف بھی کرے۔

(۴) وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورۃ آل عمران رکوع ۱۰ - پارہ ۴) اور کل آدمیوں کے ذمہ خدا کی طرف سے البیت (خانہ کعبہ) کا حج واجب ہے جسکو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔

(۵) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (سورہ مائدہ رکوع ۱ - پارہ ۶) اے ایمان لانیوالو خدا کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو نہ کسی متبرک مہینہ کی اور نہ نذر کردہ جانوروں کی اور نہ پٹہ والی قربانی کی اور نہ محترم البیت (خانہ کعبہ) میں رہنے والوں کی جو اپنے پروردگار کے فضل اور اسکی خوشنودی کے خواستگار ہوں

(۶) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (سورۃ الانفال رکوع ۴ - پارہ ۹) اور ان مشرکوں کی نماز البیت کے پاس سوا سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے کچھ نہ تھی

(۷) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۃ الحج رکوع ۴ - پارہ ۱۷) اور اسوقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے ابراہیم کیلئے البیت کو مکان مقرر کیا۔ اور یہ ہدایت کی کہ ہمارے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور ہمارے مکان کو طواف کرنیوالوں قیام کرنیوالوں اور سجدہ کرنیوالوں کے واسطے پاک رکھنا

(۸) ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

(سورۃ الحج ۔ رکوع ۴ پارہ ۱۷) پھر انکو لازم ہے کہ اپنا میل کچیل صاف کریں اور اپنی منتیں
پوری کریں ۔ اور اسی قدیم البیت (خانہ کعبہ) کا طواف کریں ۔

(۹) لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ
(سورۃ الحج رکوع ۴ پارہ ۱۷) تمہارے لئے ایک وقت مقررہ تک ان حیوانات میں فوائد ہیں
پھر اسی قدیم البیت (خانہ کعبہ) کے پاس انکے حلال ہونے کا مقام ہے ۔

(۱۰) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ (سورۃ القریش) پس ان (قریش) کو لازم
ہے کہ اس البیت کے رب کی عبادت کریں ۔

اب جبکہ اہل اور البیت دونوں کے معنوں پر عبور ہو گیا تو اس مرکب کے معنی سمجھ
میں آ گئے یعنی اہل البیت وہ شخص یا اشخاص ہیں ۔ جنکا خدا کے گھر سے خاص تعلق ہو
اور جو اس گھر کے مالک ۔ اس گھر کے رہنے والے ۔ اس گھر کے لائق اور قابل ۔ اس گھر کے بیٹے ۔
اس گھر کے امین ۔ اس گھر کے وارث ۔ اس گھر کے محافظ اور اس گھر کے نگراں ہوں ۔

## البیت اور اہل البیت کی تاریخ ابتدائے آدم سے

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے خدا کے حکم سے اس
محترم مکان کی بنیاد رکھی ۔ گویا سب سے پہلے اہل البیت وہ تھے ۔ اور قرآن مجید میں جس شخص
سے سب سے پہلے خدا کے فرشتوں نے اہل البیت خطاب کر کے بات کی ہے وہ حضرت خلیل اللہ
بانیٔ بنائے کعبۃ اللہ ہیں ۔ بنائے کعبہ حسب تصریح کتب تواریخ و سیر بعد وقوع طوفان نوح
حضرت ابراہیم نے بمدد حضرت اسمٰعیل ڈالی تھی جسکی تائید کلام اللہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ
سورۃ البقرہ ۔ رکوع ۱۵ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ
وَإِسْمَاعِيلُ یعنی اسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم اور اسمٰعیل البیت (خانہ کعبہ) کی بنیادیں
اٹھا رہے تھے ۔ جناب ابراہیم اور اسمٰعیل جب تک خدا کے اس کام سے فارغ ہوئے تو انھوں نے
خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے پروردگار ہمارے ہماری اس ناچیز خدمت کو قبول
کر ۔ خدا نے اس خدمت کو قبول فرمایا ۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ اسکے بعد جو دعائیں جناب ابراہیم و

مُصَلًّى وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ہ (سورۃ البقرہ ۔ پارہ ۱ رکوع ۱۵) اور وہ وقت کو یاد کرو) جبکہ ہم نے البیت (خانہ کعبہ) کو کل آدمیوں کے لئے ثواب کی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا (اور یہ حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیمؑ کو مصلےٰ قرار دو۔ اور ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کو اس عہد پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کا طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرنیوالوں۔ رکوع اور سجود کرنیوالوں کے لئے پاک وصاف رکھو جناب ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔ تو اہل البیت اسمٰعیل علیہ السلام مقرر ہوئے اور بعد جناب اسمٰعیل علیہ السلام کے اُنکے بیٹے قیدار اہل البیت ہوئے۔ قیدار کے بعد اُنکے بیٹے حمل۔ حمل کے بعد اُنکے بیٹے النبت۔ پھر اُنکے بیٹے سلامان۔ پھر اُنکے بیٹے ہمیسع اُنکے بعد اُنکے بیٹے الیسع۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے اُدد۔ اور پھر اُنکے بیٹے اُد۔ اور پھر اُنکے بیٹے عدنان۔ اور پھر اُنکے بیٹے مُعد اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے نزار۔ اور پھر اُنکے بیٹے مُضر اور پھر اُنکے بعد الیاس۔ اور پھر مدرکہ اور پھر خزیمہ۔ اور پھر کنانہ۔ اور پھر نضر جنکا دوسرا نام قریش تھا۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے مالک۔ اور پھر اُنکے بعد فہر۔ اور پھر غالب اور پھر لوی پھر کعب۔ پھر اُنکے بیٹے مُرہ۔ اور پھر کلاب۔ اور پھر زید جنکا دوسرا نام قصی تھا۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے مغیرہ جو عبد مناف مشہور تھے پھر اُنکے بیٹے ہاشم۔ اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے شیبۃ الحمد المعروف بہ عبد المطلب سلسلہ بہ سلسلہ اور نمبر بہ نمبر اہل البیت ہوئے یہ جناب عبد المطلب جناب رسولِ خدا کے جدِ امجد ہیں۔

## ابرہہ حاکم یمن کا البیت پر حملہ

یہ انہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ابرہہ حاکم یمن نے شہر مکہ پر فوج کشی کی وجہ اس حملہ کی یہ تھی کہ ابرہہ جو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اُسکی خواہش یہ تھی کہ اپنے دار الحکومت میں ایک ایسا میلہ قائم کرے جس میں تمام ملک عرب شام اور حبشہ کے سوداگر جمع ہوا کریں جس طرح ہمارے ہاں ملک بہار میں چھتر کا میلہ ضلع آگرہ میں بٹیسر کا میلہ قسمت میرٹھ میں میرٹھ کی نوچندی وغیرہ وغیرہ اور بہت سے ایسے میلے ہوتے

ہیں جن میں لاکھوں کا مال تجارت اُتارا جاتا ہے۔ اسی طرح اُسکا بھی خیال تھا کہ یہ میلہ ہمیشہ
یادگار رہے۔ اور اس علاقہ کے لوگ اس سے منتفع ہوا کریں۔ یہ خواہش فی نفسہ بُری نہ تھی
مگر چونکہ اس خواہش کیساتھ ہمسری بلکہ برتری اُس میلہ سے مقصود تھی جو حج کعبۃ اللہ کیلئے
سال بسال قائم ہوا کرتا تھا اور اُسکو زمانہ جاہلیت میں موسم کے نام سے موسوم کرتے
تھے اس وجہ سے اُسے حسب دلخواہ کامیابی نہ ہوئی۔ تب اُسنے شہر صنعا میں ایک عبادت خانہ
بنوایا کہ لوگ اسی کی عبادت کے خیال سے جمع ہوا کریں مگر نہوئے جب اس طرح بھی
آرزو بر آتی نظر نہ آئی تو اُسنے یہ ٹھان لی کہ مکہ معظمہ پر حملہ کرکے شہر کو برباد و تاراج اور بیت
یا البیت کو مسمار و منہدم کرکے اُسکے نام و نشان کو مٹا دے۔ چنانچہ حبشہ سے بہت سے
ہاتھی طلب کئے اور ایک جرار لشکر ہمراہ لیکر حرم آیا۔ اہل مکہ تو اُسکے خوف سے شہر کو چھوڑ کر
بھاگ گئے مگر اہل البیت سوائے رب البیت کے کسی سے ڈرنے والے نہ تھے
اس لئے قائم اور ثابت قدم رہے بلکہ جسوقت حضرت عبد المطلب کے غلاموں نے آکر
اطلاع دی کہ آپکے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے گلے ابرہہ کے آدمی لوٹ کرلے گئے تو حضرت
عبد المطلب نے عصائے ابراہیم ہاتھ میں لیا اور جبہ مصری و عمامہ سر پر نہایت شان و شوکت
سے ابرہہ کے پاس اپنے مال کی واپسی کیلئے تشریف لیگئے۔ متولیان البیت
کی کسی دنیاوی جبار میں سوائے عہد یزید و ابن زیاد کے کبھی بے عزتی نہیں ہوئی
چنانچہ ابرہہ کو جسوقت حضرت عبد المطلب کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ تعظیم کیلئے
نہ فقط اُتر کر کھڑا ہوا بلکہ در خیمہ تک استقبال کیلئے بھی آیا۔ اور نہایت احترام سے کیجا کر
حضرت عبد المطلب کو تخت پر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ اور آنے کی وجہ دریافت کی حضرت
نے فرمایا کہ تیرے آدمی میرے مویشی میرے غلاموں سے جبراً چھین لائے ہیں اُنکو واپس
دلوا دے ابرہہ نے عرض کی کہ میں حضور کی فرمائش پوری کرنیکو تیار ہوں مگر تعجب
یہ ہے کہ آپنے اپنے مویشی کا تو خیال کیا اور اس عمارت کا جو آپکے زعم میں بیت اللہ ہے
اور جسکے مسمار کرنیکے لئے میں جرار لشکر لیکر آیا ہوں کچھ خیال نہ کیا نہ کوئی سفارش فرمائی
حالانکہ میں آپکی سفارش رد نکرتا۔ حضرت عبد المطلب نے ارشاد فرمایا کہ اس مویشی کا

تو میں مالک ہوں - اور اِس مکان کا صرف محافظ ہوں - جو اسکا مالک ہے وہ خود اسکی حفاظت کی فکر کریگا - چنانچہ حضرت اپنے مویشی لیکر چلے آئے - ابرہہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا - دوسرے تیسرے روز چاروں طرف فوج پھیلا کر زور شور سے حملہ کر دیا جسکے دفعیہ کیلئے ربّ البیت کیطرف سے بیشمار لشکروں میں سے ایک حقیر پرندا ابابیل کا ادنے سا لشکر بھیجا گیا - جو پھرائی ہوئی مٹی کے ہتھیاروں سے مسلّح تھا - ایک ایک ابابیل تین تین ملعونوں کے فنا کرنیکو کافی تھی - جو کچھ اِس فوج و لشکر پر گزری وہ قرآن مجید میں ما قلّ و دلّ کے طور پر سورہ فیل و قریش میں اِس طرح درج ہے -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ٥ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ٥ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ٥ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ٥ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ٥ اٖلٰفِھِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ٥ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ٥ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ ٥ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ٥ ترجمہ ہر دو سُور

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی والوں (اصحاب فیل) کی کیسی گت بنائی تھی - کیا اُسنے اُنکا مکر بیکار نہ کر دیا - اور اُن پر ابابیلوں کے جھُنڈ بھیجے - جو اُن پر کنکریاں مارتے تھے - اور اُنکو ایسا کر دیا تھا جیسا کہ چبایا ہوا بھوسا -

تاکہ قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفر کا جو چسکا پڑا ہوا ہے وہ برقرار رہے (اِس طرح دشمنوں کو تباہ کر دینے کے سبب) اُنکو لازم ہے کہ اِس مکان (البیت) کے ربّ کی عبادت کرتے رہیں - جو بھوک سے بچانیکے لیے انھیں طعام عنایت فرماتا ہے اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو اسی طرح اُنھیں بچا لیتا ہے -

## جناب اسمٰعیلؑ کا متولّیِ البیت ہونیکا استحقاق

اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ عہدہ یعنی اہل البیت ہونا حضرت ابراہیمؑ سے نسلِ جناب اسمٰعیلؑ میں استحقاقاً منتقل ہوکر وراثۃً جنابِ عبدالمطلب تک پہنچا ہے بعد جناب عبدالمطلب کے کس کو ملا ہے ہم نے جو استحقاقاً کہا اُسکا یہ مطلب ہے کہ جناب

ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تو دو تھے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ مگر اہل البیت ہونیکا حق صرف جناب اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی اولاد ہی کو حاصل تھا نہ کہ اسحٰق علیہ السلام اور انکی اولاد کو۔ کیونکہ بنائے البیت میں جناب اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے مددگار تھے اور اسکی تین شہادتیں موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید (الف) وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اِسۡمٰعِيۡلُ ؕ (سورۃ البقرہ پارہ ۱ رکوع ۱۵) اور اے پیغمبرؐ تم اُس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ البیت کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

(ب) وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵۔ پارہ ۱) اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو اس عہدہ پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کو طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرنیوالوں۔ اور رکوع و سجود کرنیوالوں کیلئے پاک صاف رکھو

(۲) حرم کعبۃ اللہ میں مقام ابراہیمؑ اور حجر اسمٰعیلؑ کا اب تک موجود ہونا

(۳) اولادِ اسمٰعیلؑ ہی سے برابر اور مسلسل اہل البیت کا ہونا۔

## بعد جناب عبد المطلب اہل البیت کون ہوا؟

بعد جناب عبد المطلب کے یہ تو کھلا تاریخی واقعہ ہے کہ جناب ابو طالبؑ قوم قریش کے رئیس۔ ملک حجاز کے بادشاہ۔ البیت کے متولی اور خدا کی کل چیزوں کے محافظ قرار پائے۔ از انجملہ خدا کے رسولؐ کے بھی۔ مگر کیوں قرار پائے؟ اس لئے کہ انکے بھائی حضرت عبد اللہ والد ماجد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال جناب عبد المطلب کے حین حیات ہو چکا تھا۔ اور اس طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محجوب لارث ہو چکے تھے حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے متعلقہ فرائض کو جس خوبی سے انجام دیا ہے اُسکی کسی قدر کیفیت اسنی المطالب فی نجات ابیطالبؑ مطبوعہ مصر مصنفہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی فرقہ شافعیہ مکہ معظمہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ان حضرات نے خدا کے رسولؐ اور اپنے ایمان کی

حفاظت اس خوبی سے کی کہ اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی تھی - اور جب تک زندہ رہے کفار قریش جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسا اُنکا جی چاہتا تھا ویسا آزار نہ پہنچا سکے -

## بعد جناب ابوطالب اہل البیت کون ہوا؟

بعد جناب ابوطالب اہل البیت کون ہونا چاہیے؟ یہی معرکۃ الآرا بات ہے اور اسی پر حقیقی مفہوم اہل البیت کا دارومدار ہے - حضرت ابطالب کے چار بیٹے تھے طالب - عقیل - جعفر - علی - اور چونکہ تولیت البیت مثل ریاست ہمیشہ کسی ایک ہی کو ملتی رہی ہے - لہٰذا جس طرح حضرت ابراہیم کے بیٹوں میں سے صرف حضرت اسمعیل کو بوجہ استحقاق شرکت بنائے کعبہ یہ تولیت وراثۃً ملی تھی اسی طرح اولاد جناب ابوطالب علیہ السلام میں سے حضرت علی علیہ السلام کو یہ تولیت وراثۃً پہنچی - اور گو جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوطالب کے سب بیٹوں میں کم سن تھے مگر اُنکے اہل البیت ہونے کا یہ استحقاق خاص تھا کہ البیت کے اندر سوائے اُنکے کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا حضرت علی علیہ السلام کو یہ شرف تمام مخلوق خدا پر حاصل ہے کہ وہ خدا کے خانہ زاد ہیں - اس ولادت کے مفصل حالات تو ہم اپنے مضمون خانہ زاد خدا میں بیان کر آئے ہیں -

## اہل البیت کی معنی کا تطابق جناب امیر کی ذات بابرکات پر

یہاں ناظرین اہل اور البیت کو ملا کر حضرت علی ابن ابیطالب کی ذات پر منطبق کر کے دیکھیں اور غور کریں کہ حضرت ابراہیم سے لیکر ان حضرت تک جس قدر اہل البیت مقرر ہوئے اُن میں سے ہر ایک ذات پر کتنے معنی راست آتے ہیں؟ حضرت علی علیہ السلام البیت کے ساکن - البیت کی اولاد - البیت کے لائق قابل مستحق - البیت کے مالک - البیت کے وارث - البیت پر قابض - البیت پر متصرف - البیت کے محافظ

اور البیت پر ہر طرح کا اختیار رکھنے کے سزاوار تھے۔ اور سب کو اگر البیت کے محافظ و متولی ہونے کا استحقاق تھا تو ان حضرت کو بیٹا اور مالک ہونیکا۔ کوئی یہ دہوکا نہ کھائے کہ اس پردہ میں خدا کا بیٹا کہدیا خدا کا بیٹا یا بیٹی قرار دینا کفر و زندقہ ہے۔ مگر جس طرح باوجود اس کے کہ خدا جسم و جسمانیات مکان اور زماں سے منزہ ہے تاہم البیت بیت اللہ اور وہ خود رب ھذا البیت کہلاتا ہے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام آپکے خالص اور خاص بندے اور ایسے بندے ہیں کہ جنکے لئے البیت (جسکی طرف کل عالم کو سجدہ کرنیکا حکم ہوا) مولد (زچہ خانہ) مقرر ہوا

## تکمیل انطباق معنی اہل البیت

حضرت علیؑ کی ذات والاصفات پر اہل کے اور معنی بھی منطبق ہوتے ہیں جس میں خود جناب رسول خدا اور آنکی کل امت شامل ہے۔ اور وہ معنی تابعین البیت یا اہل قبلہ ہیں: اب اہل کے معنی جو ایسے باقی رہے جن کا انطباق لفظ اہل کو البیت کے ساتھ ملانے کے بعد بھی حضرتؑ کی ذات والاصفات پر نہیں ہو سکتا تھا وہ دو معنی ہیں (۱) کنبہ (۲) زوجہ ۔ بشرطیکہ کنبہ کی بیٹی ہو) اسی لئے خود آیہ تطہیر کا نزول اسوقت تک نہ ہوا جب تک کہ حضرت علی علیہ السلام کا عقد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے ہو کر حسنین علیہما السلام پیدا نہ ہو چکے اور اس طرح پورا کنبہ نہ ہو گیا اور اس طرح یہ دونوں معنی بھی منطبق ہو گئے۔

## جناب رسول خدا خود اہل البیت بلکہ سردار اہل البیت ہیں

شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ سوجھے کہ اس تمام بیان سے خود جناب رسالت مآب کی ذات بابرکات کو اہل البیت ہونے سے خارج کر دیا۔ اور حضرت علیؑ اور آنکی اولاد کو آنحضرتؐ کی ذات پر ترجیح دیدی تو اس خیال کا بطلان اس طرح ہو سکتا ہے کہ جناب رسالت مآب بحیثیت نائب خدا خود رب البیت کے نائب اور تمام حقوق سے فائق حق حق مطلق کی

رکھنے والے ہیں۔ پس حضرت علیؑ اور اولاد علی جو ائمہ اور استحقاقاً اہل البیت ہیں وہ
بھی آنحضرتؐ کی رعایا ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رعایا رعایا میں فرق ہوتا ہے سلطان وقت
کی رعایا میں ولی عہد بھی داخل ہوتا ہے۔ اور اُسکی اولاد بھی۔ اور اسی طرح عوام بھی بزاز ہوں یا
دلال ہوں یا حجام۔ لیکن کوئی صاحب عقل و فہم جو تفاوت اُنکے مراتب میں ہے اُسکو نظر انداز
نہیں کر سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک عام بزاز یا دلال یا حجام کو کبھی ولی عہد کا ہم رتبہ یا [illegible]
روز فتح مکہ جناب رسول خدا نے خود اپنے اور حضرت علیؑ کے حقوق کو واضح کر دیا
جناب رسول خدا نے ہنگام فتح مکہ خود اپنے اور حضرت علیؑ کے استحقاق کو نہایت واضح طور
سے ثابت کر دیا جسکا مفصل ذکر کتب میں موجود ہے۔ اور جسے ہدایت حاصل کرنا منظور ہو وہ ادنے
غور و تامل سے سمجھ سکتا ہے۔ ہر مکان میں جو کسی سلطنت کی حدود میں واقع ہو بادشاہ کو
حق سلطانی اور اُس مکان کے قابض کو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ بادشاہ اگر اپنی کسی مصلحت
سے مالک اس مکان کو اس مکان میں کسی تغیر و تبدل کا حکم دے تو بحیثیت رعایا مالک مکان کا فرض ہے
کہ اُسکی تعمیل کرے۔ اور سلطان عادل بمقتضائے عدالت اگر کسی مکان میں کوئی تغیر و تبدل
ہونا چاہیگا تو خود اسکے مالک سے کہیگا کہ اسکی بابت حکم دونگا اور خود آپ اُسوقت تک دست اندازی
نہ کریگا جب تک اُسکو یہ علم نہ ہو جائے کہ مالک مکان سرکش ہے اور میرے حکم کی تعمیل نہیں کرتا
دنیوی باتوں کی مثال دیکر کلام [illegible] کی تفسیر ہرگز نہ [illegible] حدیث صحیح جائز ہے اس بنا پر یہ مثال
پیش کیجاتی ہے کہ جب ملک معظم ایڈورڈ [illegible] سلطنت ہند کی سیر کو تشریف لائے
تھے تو جن جن شہروں میں اُنکا ورود ہوا تھا اور اُنکی جن جن بازاروں میں اور راستوں سے گذر ہونیوالا تھا
اور ان بازاروں اور راستوں پر جن جن لوگوں کے مکانات اور دکانیں واقع تھیں اُنکو بربنائے حق سلطانی
گورنمنٹ کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ اُنکو بوسیدہ اور شکستہ حالت میں رہنے دیں اور نہ فقط
پلاسٹر و قلعی وغیرہ سے اُنکی ٹیپ ٹاپ کر دیں بلکہ جہانتک ممکن ہو اُنکی آرائش و زیبائش مد نظر رکھیں
عدالت کا اقتضا یہ بھی ہوتا ہے کہ جب مطیع رعایا کو اس قسم کا کوئی حکم دیا جائے جسکی تعمیل اُس کے
حد امکان سے خارج ہو تو اُسکو اس قابل بنانیکے لئے امداد بھی دیجائے۔ چنانچہ جن لوگوں کی مالی حالت
مرمت و درستی و آرائش مکان کے قابل نہ تھی اُنکو گورنمنٹ کی طرف سے مناسب مالی امداد بھی دی گئی

اب غور کیجیے کہ جس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داخلہ فاتحانہ شان سے شہر مکہ
معظمہ اور حرم خانہ خدا میں ہوا تو حضرتؐ کو بصلاح امور سلطنت اہل البیت کی حالت میں جس
ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی تھی وہ اس مقدس مقام سے بتوں کا اخراج تھا مگر آنحضرتؐ نے
یہ کام نہ خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا۔ نہ اپنے اہل لشکر میں سے کسی کو اُسکے سرانجام کا
حکم دیا بلکہ بہ حیثیت سلطان عادل اپنے حق سلطانی کو کام فرما کر وارث جائز۔ مالک
البیت یا اہل البیت حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان بتوں کو توڑ ڈالو اور اس پاک گھر
کو انکی نجاست سے صاف کر دو حضرت علی علیہ السلام نے بحیثیت وفادار مطیع رعایا اس حکم کی اس
حد تک پوری پوری تعمیل کی جہاں تک بظاہر ان حضرت کے امکان میں تھا۔ لیکن جو بت زیادہ بلندی
پر نصب تھے انکی نسبت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آنحضرت خود میرے
شانوں پر سوار ہو کر اپنے دست حق پرست سے انکو توڑ دیں مگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یا علی تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے۔ میں بار امامت اٹھا سکتا ہوں
تم میرے شانوں پر سوار ہو۔ اور میرے حکم کی تعمیل کی تکمیل کر دو چنانچہ تعمیل کی گئی جناب رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں کیا کیا مصلحتیں مضمر ہیں۔ ان میں سے بعض کا بیان ہم
اپنے مضمون راکب دوش رسول میں انشاءاللہ مفصل لکھیں گے یہاں ہم اس بات
کو صرف اس حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ جب جناب علی مرتضےٰ آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں
مصروف ہوگئے تو جو بت ظاہراً انکے حد امکان سے خارج تھے اُنکے لیے آنحضرت نے بمقتضا
عدل و انصاف جو مدد دینی چاہیے تھی وہ مدد دیدی۔ اور اس حکم کی کما حقہ تعمیل ہوگئی۔
حضرت علی کو کیا شرف حاصل ہوا۔ اور کیسی بزرگی ملی۔ اسکی تصریح بھی انشاءاللہ اسی مضمون
راکب دوش رسول میں ہمارے ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر یہاں اتنا ہی جتا دینا کافی ہے
کہ آنحضرتؐ کا حق سلطانی اور حضرت علی علیہ السلام کا حق ملکیت البیت اہل دنیا
نے روز روشن کی طرح دیکھ لیا۔ اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرتؐ اہل البیت
سے خارج نہیں بلکہ کل اہل البیت یا اہلبیت کے سردار اور سلطان ہیں۔

## جناب امیر نے خود اس حق کو مانا ہے

جناب رسول خدا کی وفات پر جو مرثیہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اُسکا آخری شعر مثال کے طور پر یہاں درج کیا جاتا ہی جس سے صاف ظاہر ہی کہ جناب رسول خدا سردار اہلبیت تھے۔

اِذَا مَادَا مِن اَهْلِ الْبَيْتِ وَلّٰى ۔ بَدَتْ لَهُمْ مِنَ النَّاسِ الْجَفَاءُ

جس وقت سے سردار اہلبیت نے (دنیا سے) منہہ موڑا۔ لوگوں سے انکے (یعنی اہل بیت کے) حق میں جفائیں ظاہر ہوئیں۔

## خاتمہ

ہمارے ناظرین اب بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ البیت کیا چیز ہی اور اہل البیت یا اہلبیت کون ہیں؟ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری امت میں کیا کیا امانتیں چھوڑی ہیں۔ اور امت کو کن کن کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ہی اسکو امت علی العموم جانتی ہی کہ وہ امانتیں کتاب خدا اور اہلبیت مصطفے ہیں۔ مگر اہلبیت کے مفہوم سے چونکہ علی العموم بیخبری رہی ہے۔ ہمنے حتے الامکان اس بیخبری کو دور کرنیکی کوشش کی ہے اور دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے واضح ولائح طور سے ثابت کردیا اور بتادیا ہی کہ اہل البیت جناب علی مرتضے جناب فاطمہ زہرا جناب حسن مجتبے۔ جناب حسین سید الشہدا علیہم السلام اور پھر اولاد جناب امام حسین علیہ السلام میں سے وہ امام یکے بعد دیگرے ہیں۔ جنکی اطاعت سے امت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرد بشر اس لائق ہو سکتا ہے کہ حوض کوثر پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سرخرو ہو کر پہنچے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الاحد عبدہ

السید مقبول احمد ایدہ اللہ الصمد۔

مقبول پریس دہلی میں سید ظفریاب علی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

---